باب پنجم

اقبال کے فطری پیکر اور علامتیں

کائنات کی مختلف کیفیات اور اشیا کی ماہیت اور ان کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے انسان کے ذہن میں کچھ تصورات اور خیالات نقش ہوجاتے ہیں اور ان خیالات سے اس شئے کی اصلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ انسانی نظروں سے پرے ذہن میں نقش ہونے والے یہی تصورات جو کسی حقیقت اور کیفیت کا اظہار کرتے ہیں پیکر ہوتے ہیں۔ یہ پیکر کبھی فقط اشیا کی ماہیت کو سمجھاتے ہیں مثلاً حور، جبرئیل، جنت، جہنم تو کبھی بھری اشیاء کے تصور سے ان چیزوں کا ایک خیال، ایک نقشہ ذہن میں قائم ہوجاتا ہے مثلاً دریا، درخت، شنبل، گیسو وغیرہ الفاظ اور آواز کے ذریعے ظاہر ہوکر ان کے نقوش اس طرح قائم ہوجاتے ہیں گویا آنکھ انہیں دیکھ رہی ہو اور وہ چیز اپنی اصل ہئیت کے ساتھ ہمارے سامنے ہو۔ ان ہی نقوش تصورات اور خاکوں کو لفظی پیکر کہتے ہیں۔ بعض اوقات تخلیق کار ان لفظی پیکروں کا استعمال اس زور اور دباؤ کے ساتھ کرتا ہے کہ مذکورہ اشیاء کا نہ صرف خاکہ ذہن میں نقش ہوجاتا ہے بلکہ اس کی چلتی پھرتی صورتیں آنکھوں کے سامنے رقص

کرنے لگتی ہیں ۔ ذہن کی یہ کیفیت محاکات کہلاتی ہے ۔ لفظ اور معنی پیکر اور تصور کے درمیان جو رشتہ ہے ۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے یوسف حسین خان نے لکھا ہے :

"لفظوں میں تصور پوشیدہ ہوتے ہیں ۔ ہر تصور اپنا ایک پس منظر رکھتا ہے جس جو ہمیں ذہنی طور پر ایک مخصوص گرد و پیش میں لے جاتا ہے جس سے بھولی بسری یادیں تازہ ہوتی ہیں ۔ ان یادوں کا تعلق حافظ اور شعور سے بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات تحت الشعور سے بھی، یہ یادیں جذبے اور تخیل میں حل ہو کر خیالی پیکر تراشی بنتی ہے ۔ غزل گو شاعر بعض دفعہ تلمیحوں کے ذریعے جو رمزی علامتوں کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ ہمیں خاص فضا کی سیر کرا دیتا ہے ۔ ہر لفظ میں قوت اور توانائی کا ایک طلسمی خزانہ مخفی ہوتا ہے ۔ بشرطیکہ اس کو برتنے والا اس کے استعمال کا ڈھب جانتا ہو" [1]

ادب کی اصطلاح میں Imagery کا مطلب وہ عبارت یا اظہار خیال ہے جس میں صنائع لفظی و معنوی کا استعمال کیا گیا ہو اور شاعر نے اپنی بات کی وضاحت کے لئے کائنات کی اشیاء سے مماثلت پیدا کر کے نفسِ مضمون کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہو ۔ کبھی کبھی صاحب خیال کو اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لئے

---

1. اردو غزل ۔۔۔ یوسف حسین خان ۔۔۔ ص 32
مطبوعہ کتب خانہ نذیریہ دہلی

ایسے الفاظ نہیں ملتے جن کے ذریعے وہ اپنی اندرونی دنیا کا انکشاف کرسکے اوربسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ تخلیق کار اپنی بات کو براہ راست کہنا نہیں چاہتا بلکہ اسی خیال اوراسی بات کا اظہار وہ دوسرے ڈھنگ سے کردیتا ہے اوراصل مقصد کو پوشیدہ رکھکر کسی دوسری بات ، شئے ، خیال سے مطابقت ، مناسبت اوریکسانیت پیدا کرکے اپنے ضمیر کو ظاہر کرتا ہے ۔ اس طرح سے اظہار خیال کےلئے اس کو کئی طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں ۔ شاعر ، مصنف ، ادیب یا تخلیق کار کے یہ طریقے اس کی Imagery ہی کے ذریعے عمل میں آتے ہیں ۔ ڈرائڈن (Dryden) کے مطابق پیکر کاری فی ذاتہٖ شاعر کا عروج و حیات ہے ۔[1]

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ ذہن کے پردے پر الفاظ کے ذریعے بننے والی تصویر کو پیکر کہتے ہیں ۔ یہ پیکر مشاہدے اورتجربے سے متعلق بھی ہوسکتے ہیں اورغیر متعلقہ بھی جو کئی طرح کے ہوسکتے ہیں ۔ کچھ چیزیں ایسی ہوسکتی ہیں جو انسان کے تجربے میں آچکی ہوں ۔ ان کا اس نے مشاہدہ کیا ہو اوراپنی آنکھ سے ان کو دیکھا بھی ہو ۔ مثلاً شجر ، حجر ، کوہ و کمر وغیرہ اورکچھ ایسی تصورات بھی ہوسکتی ہیں جو انسان کے تجربے سے باہر ہوں مثلاً جنت ، جہنم ، عرش اورکوثر ۔ ان پیکروں کی بدولت انسان کائنات کی پوشیدہ حقیقتوں کو اپنی فہم میں لا سکتا ہے ۔

ادبی دنیا میں شعری پیکروں کے استعمال کو محدود کردینا اوران کی اقسام کا تعین کرکے ایک فہرست کی شکل دینا مشکل ہے ۔ کیونکہ تلاش و جستجو اورتحقیق و تدقیق کا دامن بہت وسیع ہے ۔انسانی ذہن فطرتاً تفکر و تدبر کا عادی ہے اوروہ دریافت اورتلاش میں ہروقت سرگرداں رہتا ہے ۔ پیکرکی فطرت دراصل دوہری ہوتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے دوسرے معانی اورابہام کا کام بھی چل جاتا ہے ۔حقائق کی تلاش و جستجو میں شاعر کی نگاہ ظاہرو باطن دونوں پرپڑتی ہے ۔ایک تو یہ کہ شاعر ظاہری دنیا میں کیا دیکھتا ہے اوردوسرے یہ کہ وہ اپنے باطن کے آئینے میں کیا محسوس کرتا ہے ۔دونوں منظروں کے اظہار کےلئے جو لفظی پیکراستعمال ہوگا ، وہ دوہرے معانی اوردوہرے خیالات کا انکشاف کرے گا اورحقیقت کلی کی دریافت کا باعث ہوگا ۔ ایک نظم کے اندر احساس، اثر اورتوانائی وغیرہ تمام اوصاف و خصائل پیکرتراشی کے سبب صورت پزیر ہوتے ہیں ۔ پیکرتراشی کے بغیرشعرکی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی ۔وہ محض ایک خالی برتن کی مانند سمجھا جائے گا ۔

شعر کا حقیقی عرفان اورسچی آگہی فقط پیکرتراشی کے ذریعہ ہی سے ممکن ہے جب تک کوئی بات کھل کر نہایت واضح اورروشن ہوکرسامنے نہیں آتی ، اثرآفرینی کے عمل سے خالی رہتی ہے ۔امیجری اس میدان

میں اپنا پورا پورا حق ہی ادا نہیں کرتی بلکہ کلام کی تمام ترکامیابی کا انحصار امیجری پر ہے - جس شعر میں پیکرتراشی کے فن کا جسقدر زیادہ مظاہرہ ہوگا وہ شعر اتنا ہی کامیاب اوراثر انگیز ثابت ہوگا - پیکروں کے برمحل استعمال سے شاعر قارئین اورسامعین کے ذہن اورجسم پرمحیط ہوجاتا ہے - یہاں ایک مثال کے ذریعے اس نکتے کی وضاحت ہوسکتی ہے جو مدیر نقوش نے علامہ اقبال کے کلام کی تاثیر کے سلسلے میں پیش کی ہے -

"علامہ اقبال نے جنگ طرابلس کے دنوں میں ایک نظم لکھی ، نام تھا اس کا "حضور رسالت مآب میں" - یہ نظم شاہی مسجد لاہور میں ہزاروں لاکھوں کے مجمعے میں علامہ نے بڑے ہی دلسوز قسم کے ترنم میں پڑھی - نظم پڑھنے سے پہلے سر شفیع ، سر فضل حسین اورمولوی محبوب عالم ایسے اکابرین نے بڑی آتشیں تقریریں کی تھیں ، جن میں اٹلی کے خلاف مسلمانوں نے اپنے غیظ و غضب کا اظہار کیا تھا - اس کے بعد علامہ نے نظم سنانی شروع کی - مجمع پر ایک عجیب قسم کا سکوت طاری ہوگیا - فرش پر سوئی بھی گرتی تو آواز آتی - علامہ نے پوری سرشاری کے ساتھ یہ شعر پڑھا -

مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی

تو لوگوں کا تجسس بڑھا - سوال پیدا ہوا بھلا وہ کیا چیز ہوگی جو

جنت میں بھی نہیں ملتی ۔ اس کے بعد علامہ نے یہ شعر پڑھا

چھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں

طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

تو مجمع بے قابو ہو گیا ۔ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے ،
نالہ و شیون اور آہ و بکا کا ایسا سماں کہ کان پڑی آواز سنائی
نہ دیتی تھی جوش اتنا تھا کہ لوگوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے
فرش پر تڑپنے لگے شاہی مسجد لاہور میں لوگوں کا اسطرح
بے آپے ہو جانا اقبال کے ان شعری پیکروں کا اثر ہے جو اقبال
نے عوام کے سامنے اپنے اشعار میں تراشے ہیں [1]

اقبال کا مطالعہ اور مشاہدہ بہت وسیع تھا ۔ وہ مشرق اور مغرب کے علمی سرچشموں سے اپنی پیاس بجھا چکے تھے ۔ انھوں نے کن کن علوم کو سمجھا ہوگا ۔ کس کس چیز سے ان کا واسطہ پڑا ہوگا اور انکی زندگی تجربات کی کن کن راہوں سے گزری ہوگی اور آخر ان کے ماخذ و مصادز کیا ہیں ؟ اس سوال کا جواب آسان نہیں تاہم کلام اقبال کی روشنی میں یہ بات ضرور واضح ہو جاتی ہے کہ اقبال کی پیکر تراشی پر اثر ڈالنے والے تین بڑے محرکات ہیں

---

[1] بحوالہ اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی ۔۔ ڈاکٹر توقیر احمد خان ۔۔ ص 75 ۔ 76
مطبوعہ لبرٹی آرٹ پریس پٹوڈی ہاوس دریا گنج ۔ نئی دہلی

1۔ مذہب 2) مشرقی علوم اور 3) مغربی علوم

یہ بات کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے کہ علامہ اقبال نے مذہبی ماحول میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی تھی ۔ اس نسبت سے اقبال کے مذہبی اثرات قبول کرنا فطری تھا ۔انھوں نے مذہب کا باقاعدہ درس حاصل کیا جو زمانۂ طالب علمی سے آخر تک برابر جاری رہا ۔اقبال کا مذہبی مطالعہ وسیع تھا۔ وہ جہاں فلسفے کے امتحان میں اعزاز حاصل کرچکے وہاں بی ۔ اے عربی بھی امتیازی شان کے ساتھ پاس کیا تھا۔اس طرح عربی زبان سے اچھی خاصی واقفیت کے سبب وہ اسلام کے سرچشموں سے براہ راست واقف تھے ۔اقبال نے اپنی تصانیف میں مذہبی یا دینی مصطلحات کو خاص جگہ دی ہے اور متعدد مذہبی واقعات ، رموز نیز مختلف کلمات کا استعمال کیا ہے ۔

اقبال کے مذہبی ماخذ میں پیکروں کے بہترین نمونے ملتے ہیں ۔اول کچھ ایسے پیکر ہیں جو براہ راست استعمال ہوئے ہیں اور پیکرتراشی کی مرئی قسم میں آتے ہیں ۔ ان میں خصوصاً شخصی پیکروں کا ذکر پایا جاتا ہے ۔ انبیاؑ اولیاؒ ، صلحاؒ اور صحابہؓ کے بہت سارے شخصی پیکر اسی نوع کی پیکرتراشی کے نمونے ہیں جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔کلیم ۔ ابراہیم ،یوسف ، اسماعیل ، داوؑد ، شعیب ، بلال ، صدیق ، علی ، حسین اویس ، سلمان وغیرہ قابل ذکر ہیں ۔ان مذہبی پیکروں میں اقبال کے یہاں

کچھ مقامات و مکانات کے نام بھی ہیں مثلاً مکّہ ، مدینہ ، یثرب ، کربلا بغداد ، کوفہ ، نجف وغیرہ۔

ان قابل قدر شخصیات اور مقدس مقامات کو اقبال نے اپنے کلام میں کیسے برتا ہے ، چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(جواب شکوہ)

نہ طریقہ تجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاک جادوئے سامری ۔ تو قتیل شیوہ آذری

(بال جبریل)

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(بال جبریل)

اسماعیل

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

(بال جبریل)

شعیب

دم عارف نسیم صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

بلال

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
(جواب شکوہ)

صدیق

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس
(بانگ درا)

خلیل

حسین

صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق
(ضرب کلیم)

یہی شیخ حرم جو ہے چرا کر بیچ کھاتا ہے
کلیم بو ذر رض دلق اویس رض و چادر زہرا رض

سلمان

فارغ از اب و ائم و اعمام باش

ہمچو سلمانؓ زادۂ اسلام باش

(پیام مشرق)

مقامات

آنکہ براعدا ؐدر رحمت کشاد

مکہ را پیغام لاتثریب داد

(پس چہ باید کرد)

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

(بال جبریل)

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است

اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

(زبور عجم)

برزمین کربلا با دیدہ و رفت

لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت

(رموز بے خودی)

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد
مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

(بالِ جبرائیل)

متعدد مذہبی تاریخی پیکروں کی اس قسم کے ساتھ جن کا شمار رمزئی پیکر تراشی میں ہے۔ اقبال نے ایک اور طرح کے پیکر بھی اپنی شاعری میں استعمال کئے ہیں اس نوع کے پیکروں میں مذہبی صحائف اور کتابوں سے متعلق چند لفظی پیکر ہیں جن میں کچھ جملے اور فقرے بھی ہیں اور کچھ ایسے پُرمعنی اور رمزیہ کلمات ہیں جن کے پس منظر میں مذہبی حقائق اور تواریخ کی پوری پوری داستانیں پوشیدہ ہیں۔ اقبال کی اس نوع کی پیکرتراشی میں جو پیکری جملے عموماً پائے جاتے ہیں۔ ان میں لَا وَاِلّاَ ۔ ضرب کلیم ۔ لولاکَ ۔ کُن فیکون اَرِنی لَن تَرانی ۔ الست ۔ لاتحزن ۔ لاتخف ۔ خیر کثیر وغیرہ ۔ ان جملوں یا کلمات سے اگرچہ براہ راست پیکر نہیں ابھرتے ہیں لیکن ان کے پیچھے ان عظیم مذہبی پیکروں کے کارنامے ہیں جنہوں نے دنیا کی تہذیب و تمدن پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں مثلاً لولاک سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عظمت واضح ہوتی ہے جب آپ کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا ۔ اس طرح اقبال اَرِنی اور لَن تَرانی کا استعمال کرتا ہے جس سے ہمارے ذہن اس واقعہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے عرضداشت کی کہ اے میرے رب مجھے

اپنا جلوہ دکھا لیکن خدا نے فرمایا لن ترانی ۔تو نہیں دیکھ سکتا ہے ۔یہاں موسیٰ ؑ کا پیکر ابھرتا ہے اور ہم اس واقعے کے تمام مضمرات سے آگاہ ہوجاتے ہیں ۔اقبال کے ان مذہبی تلمیحاتی پیکروں کے استعمال کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ مذہبی قصائص و واقعات کے ایسے پیکروں کو لیتے ہیں جو انسانی خودی پیدا کرکے مرد مومن بننے کی تلقین کریں ۔ اس قسم کے تلمیحاتی پیکروں کے برمحل استعمال سے اقبال کو اپنے افکار کی توضیح میں بڑی مدد ملی ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ابلاغ کی صورت بھی اپنی کلمات کے سہارے پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے ۔گویا یہ مذہبیانہ لفظی پیکر جو اقبال نے اپنے کلام میں بہت زیادہ استعمال کئے ہیں ۔کلام اقبال کو مزّین بھی کرتے ہیں اور اس کا فکری اورمعنوی مرتبہ بھی بلند کرتے ہیں ۔

اقبال کی پوری زندگی میں مذہب کا گہرا عمل دخل رہا ہے ۔وہ مغرب کے فلسفیوں اوردانشوروں سے بحث و گفتگو کرتے وقت مذہب اورمذہبی عقائد و افکار کا بھرپور سہارا لیکر اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے تھے ۔ ایک موقعہ پر ایک مغربی مفکران سے ملاقات کےلئے آیا اورفلسفہ کی روشنی میں کچھ سوالات کئے ۔محفل میں موجود اصحاب یہ محسوس کررہے تھے کہ شاید اقبال فلسفے کی کتابوں سے بھری الماری کھول دیں گے لیکن اقبال ایک دوسرے کمرے میں چلے گئے اورجب وہاں سے لوٹے تو ان کے ہاتھ میں قرآن مجید تھا اورفلسفی کے ہرسوال کا جواب قرآن کے آئینے میں دیتے رہے ۔

اقبال کی پیکرتراشی کے مشرقی مصادر

اقبال جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہے سب سے زیادہ مشرقی علوم اورمشرقی تہذیب و معاشرت سے متاثر رہے ہیں وہ جب پیام مشرق میں گوئٹے کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہاں انہوں نے اپنے آپ کو پیران مشرق کے خوشہ چینوں میں گردانا ہے اورگوئٹے کو مغرب کے چمنستان کا ایک نمائندہ فرد قرار دیا ہے ۔

پیرمغرب شاعرالمانوی

آں قتیل شیوہ ہائے پہلوی

بست و نقش شاہدان شوخ و شنگ

داد مشرق را سلامے از فرنگ

اوز افرنگی جواناں مثل برق

شعلۂ من از دم پیران مشرق[1]

مشرقی افکار و علوم کی برتری اورافضلیت کی تائید میں اقبال عمر بھرتبلیغ کرتے رہے ۔کبھی مغرب کو تیرہ و تار کہکرکبھی بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات اورکبھی زندگی کی شب تاریک سحر کرنہ سکا جیسے الفاظ استعمال کرکے مغرب کی مذمت اورمشرق کی قدر و منزلت کو واضح کرتے رہے ۔مشرقی افکارمیں سب

---

1) اقبال ــــ پیام مشرق ــ ص 10 ـ مطبوعہ کتب خانہ نذیریہ دہلی

سے پہلے وہ ہندی ثقافت کو اوّلیت دیتے ہیں جو اپنے بے بہا سرمایہ کے اعتبار سے قابل داد ہے جہاں تک ہندی ثقافتی پیکروں کا تعلق ہے وہ تو اقبال کے خود ہندی نژاد اور برہمن زاد ہونے کی وجہ سے شامل ہونے ہی چاہئیں۔ اقبال ہندوستان میں پیدا ہوئے۔یہاں ہی پلے اور بڑھے اس لیے ان کی شخصیت پر ہندی کلچراور ہندی افکار کا اثر فطری امر تھا۔علامہ کی پیکرتراشی پر ہندوستانی ثقافت کے اثرات انکی ابتدائی شاعری سے ہی دکھائی دیتے ہیں جو کہیں رام اورنانک کی تعریف کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور کہیں گنگا اور ہمالیہ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ظاہر ہوجاتے ہیں۔

لبریز ہے شراب حقیقت سے جام ہند
سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رام ہند
ہے رام کے وجود پہ ہندوستان کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں اسکو امام ہند[1]

اورنانک جی کے بارے میں کہا

پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مرد کامل نے جگایا خواب سے[2]

---

1. اقبال ــــ کلیات اقبال ــــ ص 133 ــــ پرویز بک ڈپو دہلی
2. ایضاً ص 180

اقبال نے سنسکرت ادبیات کا بھی مطالعہ کیا تھا ۔ چنانچہ عطیہ فیضی نے لکھا ہے ۔علامہ سنسکرت زبان پر اچھی خاصی قدرت رکھتے تھے ۔وہ ہندی علوم سے کماحقہ واقف تھے ۔اسی لئے انھوں نے کئی ہندی شعراء کے کلام کا اردو میں ترجمہ کیا اوران کے فکرکو اپنی زبان میں منتقل کیا ۔انھوں نے گائتری کا ترجمہ کیا اوراسی طرح سوامی تیرتھ رام اور بھرتری ہری کے خیالات کو بھی اپنے کلام میں جگہ دی ۔وہ ہندوستان کے مذہبی اورفکری سرچشموں سے واقف تھے ۔انھیں جس فکری مکتب میں کوئی نئی اورکارآمد بات نظرآتی تھی اس کو وہ بلا کم و کاست اپنی شاعری میں جگہ دیتے تھے ۔چاہے وہ ان کے خیالات کے ساتھ کافی تضاد رکھتا ہو ۔مشرق کے جتنے بھی مذہبی ، اخلاقی ، تہذیبی اورتمدنی سرچشمے تھے ان سب سے اقبال نے فیض حاصل کیا ہے اوربڑے دلنشین پیرائے میں اسے اردو اورفارسی میں منتقل کیا ہے ۔ وہ ہندوستان کی تہذیب اوراس میں خاص طورپر مسلم تہذیب کو اجاگرکرنے کی کافی کوشش کرتے رہے ۔یورپ میں بھی انھیں مشرق کی روایات اور یہاں کی تہذیبی اقدار کا خیال آتا رہا ۔ایک جگہ فرماتے ہیں :

سواد رومۃ الکبری میں دلی یاد آتی ہے
وہی عبرت وہی عظمت وہی شان دلآویزی [1]

---

1 اقبال ـــ بال جبرئیل ـــ ص 30 ـــ مطبوعہ پرویز بک ڈپو دہلی

مشرقی ادب میں فارسی کو کافی اہمیت حاصل ہے ۔ چنانچہ اقبال فارسی شعراء کے کلام اور کارناموں پر گہری ناقدانہ نظر رکھتے تھے ۔ وہ اپنے آپ کو جلال الدین رومی کے قافلۂ شوق کا فرد تصور کرتا ہے جس نے اپنی شاعری میں عشق اور معرفت کا ایک ایسا مضبوط فلسفہ پیش کیا جسے بنیاد بناکر اقبال نے اپنا ایک عشق کا نظریہ پیش کیا وہ رومی کو پیر روم ، قافلۂ شوق کا سالار ، رہبر اور رفیق راہ کے الفاظ سے یاد کرتا ہے ۔ رومی کے علاوہ فارسی شعراء میں اقبال سعدی ، حافظ ، عمر خیام ، حکیم سنائی ، نظامی اور جامی سے کافی متاثر نظر آتے ہیں ۔ اقبال نے فارسی کے ان شاعروں کی تقلید میں بہت ساری غزلیں اور نظمیں لکھی ہیں اور کہیں کہیں ان کے اشعار پر تضمین کی ہے ۔ اقبال فارسی اور مشرقی ادب کا صرف دلدادہ ہی نہیں تھا بلکہ اس ادب کے اثرات کو وہ عام کرنے کی کوشش بھی کرتا تھا ۔ فارسی ادب سے ان کی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جرمنی میں انہوں نے پی ۔ ایچ ۔ ڈی کے لئے جو مقالہ پیش کیا وہ بھی فلسفہ عجم پر ہی تحریر کیا گیا تھا ۔ اس میں ایران کے تصوف اور مابعد الطبیعات کے ارتقاء کو بڑے فاضلانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے ۔

مشرقی ادب میں فارسی شعر و ادب کی طرح اقبال کی شاعری پر عربی شعر و ادب کی پیکرتراشی اور علامت نگاری کے اثرات اسی طرح ظاہر ہیں جس طرح مذہبی اور فارسی تراکیب کی پیکرتراشی کے اثرات قائم ہیں لیکن یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہیں کہ اقبال کی امیجری کا بڑا حصہ عربی

ثقافت کے گہرے اثرات سے بھر پور ہیں - عربی میلانات کے اس داخلی محرک کا اندازہ اقبال کی تصانیف کے انتخاب عنوانات سے بھی واضح ہوتا ہے کیونکہ ان کی کتابوں کے بیشتر نام مغرب اور عجم سے الگ عرب کی فضاؤں کی نشاندہی کرتے ہیں- بانگ درا ، بال جبریل ، ضرب کلیم ، ارمغان حجاز اور زبور عجم ایسے نامیاتی پیکر ہیں جو عربی ماحول کی عکاسی کرتے ہیں - اس سلسلے میں ڈاکٹر توقیر احمد خان نے لکھا ہے :

> بانگ درا کا لفظ خالصتاً دیار عرب کی فضا میں لے جاتا ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ایک جگہ جمع ہو کر قافلوں کی شکل میں سفر کرنا اہل عرب کے صحرا نشینوں کی مخصوص روایت ہے - ریگستانی علاقہ ، گرمی کی شدت وغیرہ اور اس طرح طویل منازل کی طرح باد پیمائی ، سارے دن کا سفر ناتمام ، رات کے وقت کسی ایک جگہ پڑاؤ ڈال کر شب گزاری کرنا ــــ معلوم ہے کہ ریگستانی گزار کر علاقہ میں شب کے آخری پہر خنکی ہوتی ہے جس میں سفر نسبتاً آسان ہوتا ہے - اس لئے قافلے والے سویرے جاگ جاتے ہیں اور سوئے ہوئے ساتھیوں کو جگانے کے لئے کوچ کا اعلان جرس کے ذریعے کرتے ہیں - جس کو رحیل بھی کہا جاتا ہے - اس طرح بانگ درا کے لفظی پیکر سے یہ تمام ذہنی مناظر بھی پردۂ ذہن میں آجاتے ہیں۔[1]

---

1 توقیر احمد خان ــــ اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی ــ ص 114 مطبوعہ لبرٹی آرٹ پریس ، پٹوڈی ہاؤس نئی دہلی

یہی بات بال جبریل اورضرب کلیم کی ہے جو ہمارے ذہن کو ایک مقرب فرشتے اور ایک جلیل القدر پیغمبر کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس طرح اقبال نے اپنی کتابوں میں ایسے نامیاتی اوربصری پیکر پیش کئے ہیں جن سے عربی تہذیب، عربی ثقافت اورعربی ادب سے ان کی گہری دلچسپی کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ ان کے کلام میں یہ پیکر بار بار آتے ہیں مثلاً اذان، خیمہ، منار بلند، پیام رحیل، دجلہ، فرات عربی شاہسوار، وادی ایمن، نغمہ ساربان، ریگ نواح، کوہ اضم اور نطقہ اعرابی وہ ادبی اورلفظی پیکر ہے جو ہمارے ذہن کو عرب کی دلکش فضا میں لے جاتے ہیں۔ اقبال جب نطق اعرابی کی ترکیب استعمال میں لاتے ہیں تو عربوں کی فصاحت ان کی زبان دانی، ان کی طلاقت لسانی ہمارے ذہن کی تہوں میں گھومنے لگتی ہیں۔ عربوں کو اپنی زبان دانی پربڑا ناز ہے اسی لئے وہ غیرعربوں کو عجم یعنی گونگا کہکرپکارتے تھے۔ اقبال نے اپنی شاعری میں جب ان ترکیبوں کو استعمال کیا تو انھوں نے ان پیکروں کے ذریعے اردو شاعری کو نئے پیکروں سے آشنا کیا کیونکہ ان سے پہلے کسی نے یہ خالص عربی پیکرشاعری میں نہیں برتے تھے۔ اقبال کی وساطت سے اردو شاعری کو جو پیکرملے ہیں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹرتوقیرنے لکھا ہے :

> حذی خواں اورنغمہ ساربان ایسے پیکر ہیں جو صحرائے عرب کے کسی ریگستانی مسافر کی یاد تازہ کرادیتے ہیں۔ عرب کے جنگلوں میں سفرطویل اوردورد راز کا ہوتا ہے اسی لحاظ سے

لوگ اونٹوں پر سفر کرتے ہیں - ریتیلے صحرا کی صعوبتیں بھی
یہی جانور آسانی سے برداشت کرتا ہے اسی لئے اس کو ریگستان
کا جہاز (سہارا) کہتے ہیں - لمبے سفر میں تھکان ہوجانے پر
اونٹوں کے سوار میٹھے میٹھے نغمے اور گیت گایا کرتے ہیں جنہیں
سن کر اونٹنی تیز چلنے لگتی ہیں، اور اپنی تھکان کو بھول
جاتی ہے - عرب والے اس نغمہ کو حُدی کہتے ہیں یہ چیز اہل عرب
ہی سے مخصوص ہیں اور اقبال نے حدی و نغمہ حدی اپنے کلام
میں متعدد جگہ رقم کیا ہے جس سے اس صحرائی پیکر تراشی کا
دلکش نمونہ ہمارے سامنے آتا ہے - [1]

مشرقی ادب، مشرقی پیکر اور مشرقی علامتیں اقبال کی پوری شاعری پر محیط
ہیں - وہ ان ہی پیکروں کے ذریعے اپنے فکر و فن کو چار چاند لگانے اور بام عروج
تک پہنچانے میں کامیاب ہوگیا - انہیں اس بات کا اعتراف تھا کہ اس کا علم
مشرق کے شاعروں، دانشوروں، عالموں اور بزرگوں کے فیض نظر سے منور ہے -
انہوں نے ایک موقع پر لکھا ہے

خرد افزود مرا درس حکیمانہ فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبتِ صاحب نظراں

---

[1] توقیر احمد خان — اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی — ص 118 - 119
مطبوعہ لبرٹی آرٹ پریس — پٹوڈی ہاؤس نئی دہلی

پیکرتراشی کے مغربی مصادر

اس بات سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ علامہ اقبال مغربی تعلیم ، فلسفے اور نظریات کا گہری نظر سے مطالعہ کرچکے تھے - ظاہر ہے کہ اس گہرے مطالعہ کا ان کے شاعرانہ افکار پر اثر لازمی ہے - اقبالیات کے مطالعہ کے دوران یہ احساس ہوتا ہے کہ فلاں فلاں مقام پر اقبال کی پیکرتراشی کا ماخذ مغرب ہے - مغربی علوم مغربی افکار ، مغربی احساسات ، مغرب کی نامور شخصیتوں کا تذکرہ اور مغرب کی علمی اور ذہنی تحریکوں سے واقفیت اقبال کی شاعری اور خطبات سے نمایاں ہے - وہ مغربی شاعروں بائرن ، شیلے ، وارڈ سورتھ ، لانگ فیلو ، گوئٹے اور نطشے کا ذکر بھی کرتے ہیں اور کہیں کہیں ٹالسٹائے ، مارکس ، ہیگل ، برگساں ارسطو اور کانٹ کے افکار و خیالات کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں -

نیوٹن نے کشش کا جو نظریہ پیش کیا ، اسکی طرف اقبال اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر

لگا کے آئینہ عقل دوربیں میں نے

اپنے اشعار میں مغرب کے واقعات کی طرف اقبال نے مختلف مقامات پر واضح اشارات کئے ہیں - جن سے انکی مغرب کے نظریوں اور تحریکوں سے بھرپور علمیت کا اندازہ ہوجاتا ہے -

اقبال کی پیکرتراشی پرمغربی اثرات کا پتہ یوں بھی چلتا ہے کہ اقبال اپنے کلام میں فرنگ ,اورمغرب کی اصطلاحات بے دریغ استعمال کرتے چلے جاتے ہیں اورجگہ جگہ مغربی حکمتوں کی نقاب کشائیاں کرتے ہیں - پیام مشرق میں ایک مخصوص حصہ کا نام نقش فرنگ جس میں متعدد مغربی حکماء اوردانشوروں کے افکارپرگفتگو ہے - اسرارخودی کے دیباچے میں وہ مغرب کی علمی اورعملی برتری کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"مغربی اقوام اپنی قوت عملی کی وجہ سے تمام اقوام عالم میں ممتاز ہیں اوراس وجہ سے اسرارزندگی کو سمجھنے کےلئے ان کے ادبیات و تخیلات اہل مشرق کے واسطے بہترین رو نما ہیں -"[1]

اقبال مغربی فکرو نظرسے دوررہنے کی اگرچہ تاکید کرتے ہیں ، تاہم اس فکر نے جو دئیے رو شن کئے ، ان سے اقبال فائدہ اٹھانے کی ترغیب دیتا ہے - اقبال کو یورپ کی علمی اورسائنسی رو شنی سے نفرت نہیں بلکہ وہ یو رپ کی خدا بیزاری اخلاقی پستی اورقدروں کی پامالی پرنالاں ہیں - وہ یورپ کو بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات کہکرساتھ ہی ساتھ اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ یورپ میں بہت رو شنئ علم و ہنرہے -

---

[1] اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی —ص 125 ، توقیراحمد خان

اوپر کی سطور کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اقبال نے دنیا کے جن تین بڑے شعبوں سے اکتساب فیض کیا ان میں مذہبی پیکر، مشرقی پیکراورمغربی پیکر شامل ہیں۔اقبال کی پیکرسازی کے ان تینوں ماخذ پرنظرڈالنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے بقائے انسانیت کے دوام کا رازان تینوں سرچشموں میں تلاش کیا کیونکہ ان کا پیغام ہی فلاح انسانیت ہے۔اس کے لئے جس قدرکو انہوں نے تکمیل حیات کے لئے ضروری قراردیا وہ مذہبی پیکروں میں نظرآئی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے مذہبی علائم، رموزاورلفظی پیکروں کو بلاترمیم جوں کا توں استعمال کیا،اور ان میں تخفیف کی کوئی گنجائش نہ سمجھی بلکہ باقی ماندہ دنیا کو ان اصولوں کی روشنی میں جانچا اورپرکھا۔اسی لئے مشرقی ماخذ سے حاصل شدہ اشارات میں ترمیم اورتبدیلی کا عمل اپناکر انکو درست کیا۔زندگی کے بارے میں اقبال کے جو نظریات تھے وہ انہوں نے بلا کم و کاست پیش کئے اوراپنی نظریات کے مطابق اپنے فنی نظام کے لئے پیکرتراشے اور علامتیں وضع کیں۔

اقبال کی شاعری کے بارے میں نقادوں کی آرا مختلف النوع ہیں۔کچھ نقاد ان کے علامتی اورپیکری نظام پراعتراض بھی کرچکے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اقبال کے یہاں علامتی نظمیں تو نہیں ہیں لیکن انکی شاعری کا پورا نظام استعارے، علامتی استعارے اورعلامتی پیکروں سے مرتب ہوتا ہے۔ یہ ساری

چیزیں ایک روشن ، غیر مبہم اور واضح تخلیقی رویہ کا پتہ دیتی ہیں لیکن اس کے باوجود اقبال کے افکار و خیالات مقررہ دھاروں پر رواں دواں ہیں ۔ اقبال کی شاعری پر نظر ڈال کر ہم کاشانۂ چمن میں جگنو کی روشنی کا ذکر بھی پاتے ہیں ۔ پھر سات اشعار میں مماثلت کے کئی پہلو تلاش کئے گئے ہیں ۔ پھولوں کی انجمن میں شمع جل رہی ہے یا آسمان سے اڑ کر کوئی ستارہ آیا ہے یا مہتاب کی کرن میں جان پڑ گئی ہے یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا ہے یا حسن قدیم کی پوشیدہ جھلک ہے وغیرہ سے اقبال کے علامتی نظام کی خوبی کا پتہ چلتا ہے ۔ اردو کلام میں جگنو کو جس طور اقبال نے برتا ہے ہر جگہ یہ ایک روشنی کا استعارہ اور بصری پیکر ہے لیکن اس سے متعلق کوئی نظم علامتی نہیں ہے ۔

جن بنیادی علامتوں پر اقبال کی شاعری کھڑی ہے وہ انکی شاعری کے مطالعہ سے از خود ذہن میں آجاتے ہیں مثلاً ابلیس ، آفتاب ، خورشید ، بت ، بتکدہ برہمن ، بلبل ، قمر ، چاند ، دل ، شاہین ، شمشیر ، تلوار ، شمع ، عشق فردوس ، فقر ، مومن ، خودی ، بے خودی وغیرہ ۔ اقبال کے کلام میں یہ الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے ہیں ۔

اقبال اپنے خیالات کی وضاحت کے لئے پرندوں کے ناموں سے بڑا مدد لے چکے ہیں ۔ ان کے اردو کلام میں جو پرندے علامت اور پیکر بن کر ابھرے ہیں وہ پرندے یہ ہیں ۔ بلبل ، چکور ، زاغ ، عقاب ، کبوتر ، کرگس اور مرغ ۔ ان پرندوں

کو ان کے اوصاف کے اعتبار سے مختلف صفتوں کے اعتبار سے مختلف حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے مثلاً بلبل اورشاہین میں بلبل اردو فارسی شاعری کا ایک روایتی اشارہ ہے۔ گل سے اس کی عشق و عاشقی منسوب ہے۔ اقبال بلبل کو حرکت و عمل کے پیغام کا آئینہ دار قرار دیتا ہے۔ بلبل صبح سے شام تک سرگرم سفر ہوتا ہے اور یہی سفر زندگی کیلئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا
بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا
کہتا تھا رات سر پہ آئی
اڑنے چگنے میں دن گزارا
پہنچوں کس طرح آشیاں تک
ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
یہ سن کے بلبل کی آہ و زاری
جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے
کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا [1]

اقبال نے پرندوں کو طاقت ورعلامتوں کے طور استعمال کیا ہے چنانچہ شاہین ایک ایسا علامتی اورپیکری پرندہ ہے جس کی طرف اقبال نے بار بار توجہ کی ہے وہ شاہین کو

---

[1] اقبال ــــ بانگ درا ــــ ص 26 ــــ پرویز بک ڈپو دہلی

بلند پروازی او رافلاک کی وسعتوں پرمحیط جانورکی صورت میں دیکھنا ہے ۔ شاہین آب و دانہ کا قائل نہیں ۔فضا کی وسعتوں میں وہ اپنا رزق تلاش کرتا ہے ۔وہ اقبال کے نزدیک پرندوں کی دنیا کا درویش ہے اورگھونسلہ اس کی شان کے شایان نہیں ۔شاہین کو نہایت اچھے الفاظ میں تعریف کرتے ہوئے علامہ لکھتے ہیں :

کیا میں نے اس خاکداں سے کنارہ
جہاں رزق کانام ہے آب و دانہ
پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہین بناتا نہیں آشیانہ[1]

دوسرے مقام موقعے پروہ شاہین کی صفت گرداتے ہوئے اسے ایک عظیم پیکر قراردیتے ہوئے اس کی بلند پروازی کا یوں تذکرہ کرتے ہیں

گزراوقات کرلیتا ہے کہ یہ کوہ و بیابان میں
کہ شاہین کےلئے ذلت ہے کارآشیاں بندی[2]

اس کے برعکس وہ کرگس کو کمزوری اوربے غیرتی کی علامت سمجھ کراس پرشدید طنز کرتا ہے ۔کرگس مردارجانوروں کو کھاتا ہے اوراسی پرگزر بسرکرتا ہے ۔ دونوں شاہین اورکرگس اگرچہ ایک ہی فضا میں پرواز کرتے ہیں تاہم شاہین بلند صفتی ،عالی ہمتی اورعظیم صفات سے مالامال ہے جبکہ کرگس اپنی بے ربطی

---

1. اقبال ۔۔بال جبریل ۔۔ص 126 ۔۔مطبوعہ پرویز بک ڈپو دہلی
2. ایضاً ۔۔ ص 10

کے لحاظ سے کوئی قابل قدر پرندہ نہیں ۔ کرگس اور شاہین ، ملّا اور مجاہد کا موازنہ کرتے ہوئے اقبال نے دلنشین انداز میں فرمایا ہے

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور
الفاظ و معنی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور[1]

اقبال کی شاعری میں ارتقاء کا جو عمل ہے وہی حالت ان کی امیجری میں بھی پائی جاتی ہے ۔ اگر اقبال کی ابتدائی شاعری پر ایک نظر دوڑائی جائے گی تو بانگ درا کی اکثر نظموں میں پیکروں کا استعمال محض جمالیاتی ہے ، اور ان سے سوائے مسرت اندوزی کے کوئی دوسرا مقصد پورا نہیں ہوتا ۔ مسرت اندوزی سے تعلق رکھنے والے پیکر اقبال کی شاعری میں خاص طور پر 1905 ء تک کی شاعری میں پائے جاتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ ان کا ارتقائی دور شروع ہوتا ہے ۔ آخری دور کے کلام تک پہنچتے پہنچتے پیکر ایک مضبوط اور مستحکم علامتی پیکر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ۔

اقبال نے جا بجا ایسے پیکر پیش کئے ہیں جو ہماری نظروں کو اپنی طرف مرکوز کرتے ہیں اور جو بصری پیکر کہلائے جا سکتے ہیں ۔ ان میں لالہ ایک ایسا طاقتور پیکر ہے جو اقبال کی شاعری کی جان ہے ۔ لالہ کا استعمال کمال بلاغت کے ساتھ کیا گیا ہے اور اپنے مفاہیم و معانی کی توضیح کیلئے اس پیکر کا ہر جگہ برمحل

1۔ اقبال کلیات اقبال ص نمبر ۵۵۲ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی

استعمال ہوا ہے - اردو اور فارسی شاعری میں لالے کا تعارف اگرچہ نیا نہیں ہے لیکن مختلف جہتوں میں اسے برتا گیا ہے - اقبال کس انداز میں لالے کا ذکر کرتا ہے وہ ذیل کی مثالوں سے واضح ہوتا ہے -

1) جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم

2) کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی

3) ہر زہ س لالہ مناسب نہیں ہے مجھ سے حجاب

4) پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن

5) ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کردے

کلام اقبال میں گل اور سبزہ کا جہاں جہاں ذکر ہے وہاں شبنم کا استعمال بھی کیا گیا ہے - شبنم علامت ہے داخلی جذبے اور اس کیفیت کی جس کی طرف اقبال نے "تصویر درد" کے اس شعر میں اشارہ کیا ہے -

نہ اٹھا جذبۂ خورشید سے اک برگ گل تک بھی
یہ رفعت کی تمنا ہے کہ لے اڑتی ہے شبنم کو

(بانگ درا)

شبنم کا پیکر صاف و شفاف ہے جو سیماب اور ستارے کی تابانی کا مظہر ہے - یہ اس پیکر کی طہارت ، تازگی اور بے داغی کو ظاہر کرتا ہے -

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا مرا وضو ہو ، نالہ مری دعا ہو
(بانگ درا)

ایک تیسرا بحری پیکر اقبال کے یہاں جوئے کہستان کی شکل میں ملتا ہے ۔ جوئے کہستان زندگی کی اور حیات کے فلسفۂ حرکت و عمل کی نشانی ہے ۔ اقبال ٹھہرے ہوئے منجمد پانی سے بالکل دلچسپی نہیں رکھتے کیونکہ پانی کا ایک جگہ جمع رہنا بدبو کو جنم دیتا ہے ، جبکہ رواں دواں پانی شفاف اور قابل استعمال ہوتا ہے ۔ جوئے کہستان ، جوئے آب ، ندی ، جوئے سرود آفریں وغیرہ ۔ اقبال کی اسی ذہنی کیفیت کا اظہار ہیں جو حرکت ، حرارت ، عمل ، پاکیزگی اور روانی پر مبنی ہے ۔ ساقی نامہ کے آغاز میں جوئے کہستان کا منظر ان لفظوں میں پیش کرتے ہیں :

وہ جوئے کہستاں اچکتی ہوئی
اٹکتی ، لچکتی ، سرکتی ہوئی
اچھلتی ، پھسلتی ، سنبھلتی ہوئی
بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی
رکے جب تو سل چیر دیتی ہے یہ
پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ
ذرا دیکھ اے ساقی لالہ فام
سناتی ہے یہ زندگی کا پیام [1]

جوئے کہستان کا پیکر فطرت کی پیکر تراشی کا ایک جیتا جاگتا نمونہ ہے ۔ اقبال نے فطرت سے جو لگاؤ اور نسبت قائم کی ہے وہ محض حسن آفریں نہیں ہے بلکہ ان کے

---

[1] اقبال ــ بال جبریل ــ ص 95 ــ پرویز بک ڈپو دہلی

یہاں اشیاء کا تصور فکری اور مقصدی رجحانات کے زیر اثر ملتا ہے ۔ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئیے کہ اقبال کی فطرت نگاری انگریزی کے معروف شاعر ورڈس ورتھ کی فطرت پرستی سے جدا ہے ۔ اقبال کا انقلاب انگیز رجحان ندی کو جہد مسلسل ، تگ و دو اور جستجو کے روپ میں پیش کرتا ہے ۔ اس کے یہاں ٹھہراؤ ، انجماد یا توقف نہیں ہے بلکہ ہر دم رواں ، ہر دم تغیر پزیر اور انقلاب آفرین نظریہ ہے ۔

جوئے سرود آفریں آتی ہے کوہسار سے
پی کے شراب لالہ گوں میکدۂ بہار سے
مست مئے خرام کا سن تو ذرا پیام تو
زندہ وہی ہے کام کچھ جس کو نہیں قرار سے
پھرتی ہے وادیوں میں کیا دختر خوش خرام ابر
کرتی ہے عشق بازیاں سبزۂ مرغزار سے
جام شراب کوہ کے خمکدہ سے اڑاتی ہے
پست و بلند کرکے طے کھیتوں کو جا ملاتی ہے [1]

اقبال نے خورشید یا آفتاب پیکر محض روایتی طور پر استعمال نہیں کیا ہے بلکہ یہ اقبال کے متحرک ذہنی رویہ اور ان کے خود شناسی کے فلسفہ کا مظہر ہے ، جس کے مطابق انسان کو خود اعتماد اور خود کفیل ہونے کی تعلیم دی گئی ہے ۔

---

1 کلیات اقبال ــــ ص 210 ــــ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ

پروفیسر حامدی کاشمیری نے آفتاب کے پیکر کو اقبال کی شاعری میں شعری علامیت کا مظہر قرار دیا ہے ۔ حامدی صاحب لکھتے ہیں :

آفتاب کا پیکر خالص شعری علامیت کا مظہر ہے ۔ یہ انکی نفسیاتی اور لاشعوری زندگی کے کئی رموز آشکارا کرتا ہے ۔ یہ انکی ذہنی قوت اور فکری جولانی کا مظہر بھی ہے اور ان کے تمدنی ، سیاسی مذہبی ، ماورائی اور شعری میلانات کا پتہ بھی دیتا ہے ۔ اس طرح آفتاب بصری اور حرکی پیکر ہونے کے ساتھ نادیدہ علامتی امکانات سے معمور ہوجاتا ہے ۔

1) اے آفتاب ہم کو ضیائے شعور دے
2) ہوئی ہے زندہ دم آفتاب سے ہر شے
3) خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
4) شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
5) [illegible] سے آفتاب [illegible] ہوا
6) دشت عالم میں ہو رہ پیما مثال آفتاب
7) مہر عالم کا پیغام بیداری ہوں میں
8) آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا
9) لعل بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا آفتاب

شعر 1 میں آفتاب دیگر خفتہ ہا بیدار
گونا گوں معانی کے علاوہ شعور 2 میں حیات 3 میں نورازلی
4 میں توحید 5 میں اسلام 6 میں سفر 7 میں بیداری
8 میں آزادی اور 9 میں تخلیقی شعور کی علامت بن جاتا ہے
آفتاب ان کے یہاں آتشیں پیکر کا کام بھی کرتا ہے اور ان
کے داخلی آتش کدوں کا پتہ دیتا ہے ۔[1]

اس کے علاوہ اقبال نے متعدد بصری پیکر استعمال کئے ہیں جو انہیں اپنے افکار و خیالات کی ترسیل و تبلیغ میں مدد فراہم کرتے ہیں ۔ اقبال کے مستعمل پیکروں میں مختلف ذخیروں ، کائنات فطرت کے متعدد شعبوں ، جغرافیائی اعتبار سے دنیا بھر کے علوم سے تعلق رکھنے والے مقامات سے ماخوذ پیکر پائے جاتے ہیں جو اقبال کی ہمہ جہت معلومات ، دنیا کے علوم سے دلچسپی ، مختلف تجربات اور ذہنی رجحانات کی نشاندہی کرتے ہیں ۔ اقبال نے اپنی علامتوں اور پیکروں کے استعمال میں نئی شاعرانہ زبان کی بنیاد ڈالی اور جس کو خود ہی بلندیوں تک پہنچایا ۔ اقبال کی شاعرانہ عظمت کا راز ان کے اس انداز بیان میں بھی مضمر ہے جو ان سے پہلے اردو اور فارسی کا کوئی شاعر پیدا نہ کرسکا ۔ ان پیکروں کے استعمال میں جو باریک اور دقیق نکتے پائے جاتے ہیں اور جو ظاہری اور باطنی اجزاء ملتے ہیں ، وہ اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ اقبال کو ان نکات اور معاملات سے

---

[1] حامدی کاشمیری ۔ حرف راز ۔ ص 128 ۔ 129
ناشر ماڈرن پبلیشنگ ہاؤس 9 گولا مارکیٹ گنج نئی دہلی 110002

گہرا تعلق رہا ہے ۔اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اقبال کا استعمال شدہ ہر ایک پیکر اقبال کے پیغامی فکر و فلسفہ کی زنجیر کا ایک حلقہ ہے ۔اقبال کو اپنی امیجری نے قبولیت اور شہرت کے بلند مقام پر پہنچادیا۔وہ بصری ، لمسی ، مرئی اور غیر مرئی اشیاء کا بھر پور سہارا لیکر ایسے پیکر تراشتا ہے جو ان کے فکر کو تازہ اور تابناک بنادیتے ہیں ۔

اقبال کے پیکری اور علامتی نظام پر متعدد مقالات تحریر کئے گئے ہیں جن میں ان کے پیکروں کی حیثیت واضح کی گئی ہیں ۔میں نے گزشتہ سطور میں منظر نگاری کے حوالے سے اقبال کے پیکروں کا مختصراً جائیزہ لیا ، اور یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی کہ اقبال کی پیکر تراشی میں جو بات سب سے اہم ہے وہ یہ کہ اقبال پیکروں کے ذریعے اپنے پیغام کو عام کرکے اس پیغام میں طاقت و توانائی پیدا کرتے ہیں ۔